ڈاکٹر عبدالستار ملک

لیکچرر،شعبہ اردو

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

اردو نثر کی تدریس: حدودوامکانات

In language learning, teaching of prose possess the central position. Language is the source of expression and communication and its major portion consists of prose. Teaching of prose is the mean of training to develop ideas and expressions. The prime objective of prose teaching is to enable students to read and comprehend the text. Their pronunciation and accent must be correct, fluent in reading and they should be aware of linguistic aspects like stress, emphasis and punctuation. The article discusses the pedagogy of Urdu prose keeping in view the different genres.

زبان دانی کی تدریس میں‌نثر کی تدریس کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔زبان دراصل اظہار وابلاغ کا ذریعہ ہے اور اِس کے دو بڑے ذرائع تکلم اور تحریرہیں۔جن کا بڑا حصہ نثر پر ہی مشتمل ہوتا ہے۔تدریسِ نثر میں خیال اور اِس کے اظہار کی تربیت ہوتی ہے۔اُردو کا روایتی سبقی نمونہ جس کے مطابق زیرِ تربیت اساتذہ کو تربیت دی جاتی ہے، اِس کے مطابق نثر ونظم کے سبق میں عموماً درج ذیل اقدامات شامل ہوتے ہیں۔

۱۔مقاصد کا تعین

۲۔تدریسی معاونات

۳۔تمہید وترغیب(مناسب آغاز، طلبہ کا تعارف، تمہیدی کلمات، سابقہ معلومات کاجائزہ اور نئے سبق کی طرف ترغیب)

۴۔اعلانِ سبق

(موضوع کی افادیت واہمیت کے اعتبار سے سبق کا پس منظر ، مصنف کاتعارف اور سبق کے اہم نکات ومباحث کابیان)

۵۔استحضار۔

ا۔ قرأت عبارت:

i۔ قرأت معلم(مثالی خواندگی)

ii۔ قرأت متعلّم (طالب علم کی خواندگی)

iii۔ اصلاحِ تلفّظ

iv۔ قرأت متعلم ثانی (طالب علم کی دوبارہ خواندگی)

ب۔ تفہیم عبارت :

i۔ اخذِ معانی

ii۔ مرکبات کی تشریح و توضیح

iii۔ محاورات، ضرب الامثال او ر تلمیحات وغیرہ کی وضاحت

iv۔ قواعد کے رموز و نکات

v۔ نئے الفاظ و محاورات کے استعمال کی مشق

vi۔ عبارت کا مفہوم

ج۔ استحسانِ عبارت :

I۔ انتخابِ الفاظ

ii۔ اسلوبِ بیان، مرکبات اور محاورات کی خوبی

iii۔ تشبیہات و استعارات کا حسن

iv۔ بیان کی شستگی، خیالات کی ترتیب و روانی وغیرہ

۶۔ اعادہ

i۔ قرأت ثانیہ

ii۔ سبق کی تلخیص

iii۔ نئے خیالات وتصورات کا تنقیدی جائزہ

iv۔ نئے الفاظ ومحاورات کی مشق

۷۔ جائزہ

۸۔ تفویضِ کار

موضوع کی مناسبت سے معلم خود امتزاجی طریقہ کار بھی وضع کرسکتا ہے۔ سبقی اشارے میں درجے کا بھی خیال رکھاجائے۔ مثلاً ابتدائی جماعتوں میں تقویتی عناصر اور مشق کا زیادہ استعمال ہو اور بتدریج بڑی جماعتوں میں تخلیقی عناصر کا تناسب بڑھتا جائے۔

مقاصد کا تعین :

اِس بات کو یقینی بنانے کے لیے کہ تیار کردہ سبق وہی کچھ پڑھاجائے جو ایک معلم حقیقت میں پڑھاناچاہتا ہے، واضح اور مخصوص مقاصد کا تعین کرنا پڑے گا۔مقاصد صرف تدریسی سرگرمیاں نہیں بلکہ تدریسی سرگرمیوں سے برآمد ہونے والے نتائج کانام ہے۔مقاصد واضح اور مکمل نہ ہوں تو دوسرے مراحل بھی بخوبی پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتے۔مقاصدِ سبق، متعلّم مرکز ہوں اور اِس انداز میں بیان کیے جائیں کہ ہمارے حاصلاتِ تعلّم کیا ہیں ؟یعنی ہم طلبہ سے کیاچاہتے ہیں؟ سطح جو بھی ہو،مقاصد ،تدریس و تعلّم کے لیے رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔اِس لیے طلبہ کو بھی مقاصد سے آگاہی ہونی چاہیے ۔اگرچہ ہر جماعت اور درجے کے مطابق نثر کے مقاصد مختلف ہیں تاہم عمومی مقاصد یہ ہیں :

۱۔طلبہ اِس قابل ہوجائیں کہ وہ عبارت کو صحیح تلفظ اور درست لہجے میں پڑھ سکیں۔

۲۔عبارت کو اچھی طرح سمجھ سکیں۔

۳۔طلبہ کے ذخیرۂ الفاظ میں وسعت ہو اور وہ نئے الفاظ و مرکبات اور محاورات و ضرب الامثال کی مشق کریں۔

۴۔عبارت کی لفظی و معنوی خوبیوں کو سمجھیں اوراُن سے لطف اندوز ہوسکیں۔نیز نثر پارے کے اسلوب سے استفادہ کرکے اپنی تحریروں کو بہتر بناسکیں۔

مقاصد کو زیادہ بامعنی بنانے کے لیے عمومی اور خصوصی مقاصد میں تقسیم کی جاتی ہے۔عمومی مقاصد سبق کے مجموعی اہداف ہوتے ہیں جبکہ خصوصی مقاصد زیادہ تحدیدی(Delimited) ہوتے ہیں اور چند نکات پر زیادہ مرکوز (Focused)ہوتے ہیں۔

مقاصد بالکل واضح، متعین اور قابلِ پیائش ہوں ، تاکہ ہم اُنھیں جائزہ لیتے وقت ناپ سکیں کہ وہ حاصل ہوئے ہیں یا نہیں؟دوسرا متوقع نتائج کادرجہ بھی متعین کرلیں تو تدریس زیادہ بامعنی ہوجاتی ہے۔مثلاً یہ مقصد سوفیصد حاصل ہو، اَسی فیصد چاہیے یا پچاس فیصد بھی قبول ہے۔مقاصد کی ترجیحات کی بنیاد پر سبق میں مختلف نکات اور اقدامات پر زور دیاجاتا ہے اور سبق کی حکمت عملی تیار کی جاتی ہے۔

محض بیان سے مقاصدِ تدریس، تعلّم اور طلبہ کی کارکردگی کی واضح حدود کا تعین کرنے اور ان کی پیائش کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ایک ٹھوس اور اچھا مقصد یہ بیان کردیتا ہے کہ کیا مطلوب ہے ؟ اور کس سطح تک ؟ بہتر، ٹھوس اور واضح مقصد تشخیص میں آسانی کے ساتھ تدریسی سرگرمیوں اور جائزے کی جانب خود رہنمائی کرتا ہے۔

مقاصد ہی سارے سبق کی جان اور سبب ہیں۔یہ تمام سرگرمیوں، طریقۂ ہائے تدریس کا تعین کرتے ہیں۔تدریسی مقاصد کی تشکیل کرتے وقت درج ذیل امور کالحاظ رکھنا ضروری ہے۔

۱۔تدریسی مقاصد کے حصول کے لیے پیش کیاگیامتن اور مہارتیں ،سرگرمیاں وغیرہ طلبہ کی دلچسپی اور ضروریات کے مطابق ہوں۔

۲۔ یہ بھی نشاندہی ہونی چاہیے کہ سبق کے کس حصے سے یا کس سرگرمی سے کون سا مقصد مطلوب ہے؟ مقاصد کی تعداد زیادہ نہیں ہونی چاہیے۔ ایک سبق میں دو تین مقاصد کافی ہیں تاکہ ان کا حصول آسانی سے ممکن ہو۔

۳۔ مقاصد واضح اور بالکل صاف ہوں۔ ایک واضح اور متعین مقصد کے بغیر تدریسی عمل موثر نہیں ہو سکتا۔

تدریسی معاونات :

مقاصد کے واضح تعین کے بعد اگلا مرحلہ تدریسی معاونات اور وسائل کا انتخاب ہے۔ اِس کے مختلف ذرائع ہیں۔ (الف) ہمارے اپنے تجربات (ب) دوسروں کے تجربات جو ہم گفتگو اور انٹرویو وغیرہ کے ذریعے حاصل کرتے ہیں (ج) تحلیلی اور مشاہداتی مواد۔

ایک اچھا مدّرس موئثر اور بامقصد تحریر کے لیے اِس تمام ذرائع سے استفادہ کرتا ہے۔

موزونیت اور افادیت، معاونات کے انتخاب کے دو اہم پیمانے ہیں۔ موزونیت سے مراد یہ کہ معاونات سبق کے مقاصد کے مطابق ہوں اور طلبہ کی توجہ مبذول رہے۔ افادیت کا مطلب ہے کہ تدریس و تعلّم کے عمل میں استاد اور طالب علم دونوں کے لیے سود مند ثابت ہوں۔ اِس کے ساتھ دلچسپی کے پہلو سے بھی صرفِ نظر نہیں کیا جاسکتا، لیکن صرف دلچسپی ہی کافی نہیں۔ اگر معلم صرف دلچسپی کا حامل مواد اکٹھا کر لے تو اِس سے خاطر خواہ نتائج حاصل نہ ہوں گے۔ اس کے برعکس صرف خشک حقائق چاہے وہ کتنے ہی اہم کیوں نہ ہوں، مقاصد کی تکمیل میں معاون ثابت نہ ہوں گے۔ مواد وہ اچھا ہو گا جو دلچسپ بھی ہو اور سبق کی ضروریات کے مطابق اچھی طرح منظم بھی ہو۔

تدریسی معاونات منظم اور موئثر طریقے سے استعمال کی جائیں۔ یہ ساری جماعت کو نظر آئیں اور اُستاد کی حرکت میں رکاوٹ پیدا نہ کریں۔ مثلاً تختۂ تحریر نمایاں جگہ پر ہو۔ اِسی طرح تصویریں، چارٹ، خاکے، نقشے، موزوں اور پُر تاثیر ہوں اور صحیح مقام پر رکھے جائیں۔ تدریسی معاونات کو سبق کے شروع ہونے سے پہلے ہی پوری ترتیب سے رکھنا چاہیے تاکہ وقت کا ضیاع کیے بغیر اُن کا بروقت استعمال ہو سکے اور سبق کا تسلسل نہ ٹوٹے۔

تمہید:

یہ سبق کا پہلا مرحلہ ہے۔ لغوی اعتبار سے تمہید کے معنی فرش بچھانا یا استقبال کرنا کے ہیں۔ تعلیمی اصطلاح میں اِس سے مراد طلبہ کو سبق کے لیے تیار کرنا ہے۔ اِس کے لیے کوئی متعین اصول نہیں ہیں۔ یہ اُستاد کی ذہانت پر منحصر ہے کہ وہ بچوں کی توجہ سبق کی طرف مبذول کرانے کے لیے درپیش موضوع و حالات کے مطابق موزوں انداز اختیار کرے ۔ اور ایسی تدریسی فضا تیار کرے کہ طلبہ سبق کے لیے آمادہ اور بے تاب ہو جائیں۔ اگر سبق کا آغاز پُرکشش اور دلچسپ ہو تو سبق میں طلبہ کی دلچسپی اور انہماک بڑھ جاتا ہے۔ مثلاً طلبہ کو ترتیب سے بٹھانا اور تدریسی فضا تیار کرنا۔ تدریسی معاونات مثلاً تصویر، ماڈل، چارٹ، خاکہ، نقشہ، کہانی، گلوب، سوال وجواب وغیرہ سے تمہید میں مدد لی جاسکتی ہے۔

تمہید کاانحصار سبق کی نوعیت پر ہوتا ہے۔مثلاً تاریخی اسباق میں سابقہ تاریخی معلومات اور جغرافیائی اسباق میں سابقہ جغرافیائی معلومات ،سائنسی اسباق میں سائنسی معلومات اور عام ادبی اسباق میں عام سابقہ معلومات سے متعلق سوالات کرکے معلومات اخذ کرائی جاسکتی ہیں۔تمہیدی سوالات روزمرہ زندگی اور بچے کے ماحول اور دلچسپیوں سے مربوط ہوں۔بعض اسباق میں تمہیدی بیان سے آغاز ہوسکتا ہے۔مثلاً حمد، نعت یا غزل ومرثیہ کی خصوصیات کاذکر۔تمہید مختصر ہو۔چند منٹ سے زیادہ وقت نہ لیاجائے۔

سابقہ معلومات کاجائزہ:

اِس اقدام کے دو مقاصد ہیں۔ایک یہ کہ مدرس کو طلبہ کے سابقہ علم کااندازہ ہو اور وہ اُن کے علم کی سطح کے مطابق اپنے سبق کی بنیاد رکھ سکے، اوردوسرا موجودہ سبق کوطلبہ کے علم سے مربوط کرسکے۔

تدریس کااہم اصول معلوم سے نامعلوم اور آسان سے مشکل کی طرف جانا ہے۔اس لیے اگر مدرس اپنے نئے سبق کی بنیاد اپنے طلبہ کی سابقہ معلومات اور علم پر رکھے تو وہ نیا سبق پڑھنے کے لیے جلد آمادہ ہوجاتے ہیں اور سبق میں اُن کے لیے کشش اور دلچپسی کا سامان پیدا ہوجاتا ہے۔اب یہ معلم کا کمال ہے کہ سابقہ واقفیت کے سوالات اِس انداز سے ترتیب دے کہ طلبہ کا ذہنی طور پر نئے سبق سے ارتباط پیدا ہوجائے اور سبق کی تفہیم میں آسانی ہو۔

اعلانِ سبق :

جب مدرس محسوس کرے کہ تدریسی فضا تیار ہوگئی ہے اور طلبہ ذہنی طورپر سیکھنے کے لیے آمادہ ہوگئے ہیں تو اُسے یہ اعلان کردیناچاہیے کہ اَب ہم فلاں سبق پڑھیں گے یا فلاں موضوع پر بات چیت کریں گے یا فلاں مہارت سیکھیں گے۔یہاں بھی معلم کی مہارت کا امتحان ہے کہ وہ اعلانِ سبق اِس پُرکشش اور ڈرامائی انداز میں کرے اور اِس طرح موضوع کاتعارف اوراہمیت بیان کرے کہ اس میں جاذبیت پیدا ہوجائے اور طلبہ کے ذہن کھنچے چلے آئیں۔

یہاں سبق کی اہمیت وافادیت کاذکر ہو، مصنف کے سوانح، ادبی کارناموں ،تصنیفات اور اسلوبِ نگارش پر بات کی جائے۔طلبہ میں ادبی ذوق پیدا کرنے کے لیے ادیب یا شاعر کے بارے میں چند نقادوں کی رائے بھی بیان کی جاسکتی ہے ۔اگر مصنف کی تصویر میسر ہو تو مزید دلچپسی کا سماں پیدا ہوگا۔مقصد یہ کہ سبق کی عملی افادیت جتنی زیادہ ہوگی اسی قدر طلبہ کے لیے ترغیب کا باعث بنے گا۔

استحضار(پیش کش):

اِس قدم پر مرحلہ وار تفصیلات ہوتی ہیں۔اِس میں معلم جو بھی طریقہ اختیار کرے، سبق اور معلومات عملی زندگی اوردوسرے مضامین کے ساتھ مربوط ہوں اور طلبہ کی شراکت اور مشق کے زیادہ سے زیادہ مواقع میسر ہوں۔

وقت کی تنظیم اور تقسیم کالحاظ بھی بہت ضروری ہے۔ہر سرگرمی کے لیے وقت متعین ہو۔اِس مقصد کے لیے اُستاد کے پاس گھڑی ہو یاکمرۂ جماعت میں گھڑیال آویزاں ہو۔بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک سرگرمی پر اندازے

سے کم وقت صرف ہوتا ہے۔ایسی صورت میں اضافی سرگرمیاں ترتیب دینے کی صلاحیت ہو۔ بعض اوقات زیادہ وقت صرف ہونے کی صورت میں کچھ سرگرمیوں سے صرفِ نظر کیاجاسکتا ہے اوراگلے سبق میں استعمال کی جاسکتی ہیں۔اس لیے سبق لچکدار ہوناچاہیے۔کلاس کی تنظیم بھی بہت اہمیت رکھتی ہے۔ نشستوں کی ترتیب اور نظم وضبط ایک سبق کی کامیابی میں اہم کرداراداکرتے ہیں۔کمرۂ جماعت کی تنظیم سے تسلسل جاری رہتاہے اور وقت کی بچت ہوتی ہے۔ہدایات جو دینی ہوں ،پہلے سے دے دی جائیں۔سبق کی تدریس کے دوران ہدایات دینا،بے جا مداخلت اور وقت کا ضیاع ہے۔

منصوبہ بندی میں اُستاد کو پیشگی سوچنا چاہیے کہ سبق کی تدریس میں کہاں وقفہ کرنا ہے ؟اورکس نکتے پر زوردینا ہے؟بالخصوص نئ سرگرمی سے پہلے تھوڑا سا توقف ضروری ہے۔اُستاد کو سبق کے تمام پہلوئوں پر غور کرناچاہیے کہ کہاں غلطی کاامکان ہے؟ اورکون سا حصہ طلبہ کے لیے زیادہ مشکل ہے ؟اور طلبہ کس طرح کے سوالات کرسکتے ہیں؟ اگر ایک تدریسی معاونت خراب ہوجائے یا دستیاب نہ ہو تو اِس کامتبادل کیا ہوگا؟ آمدہ مشکلات کے بارے میں پیشگی غوروفکر کرنا مدرس کو زیادہ مطمئن اور پُر اعتماد بنادیتا ہے۔سبق کا مواد و متن اور سرگرمیاں سبق کے مقاصد، طلبہ کی دلچسپی اور ضروریات کے مطابق ہوں۔ایک سرگرمی کا دوسری سرگرمی کے ساتھ ربط ہو اور اِن کا تسلسل منطقی ہو۔

اُردو کے سبق میں اِس مرحلے پر قرأت معلم(اُستاد کی مثالی خواندگی)قرأت متعلّم (طلبہ کی خواندگی) اصلاحِ تلفّظ، اخذِ معانی اور تفہیم واستحسان جیسے عوامل شامل ہیں۔

قرأت معلم :

معلم کی نمونے کی قرأت کا مقصد یہ ہے کہ طلبہ میں درست تلفّظ اور صحیح لہجے سے پڑھنے کی صلاحیت پیدا ہو۔ چنانچہ ضروری ہے کہ معلم کی قرأت نہایت پُر تاثیر اور مثالی ہو۔تلفّظ درست ہو، لب ولہجہ موئثر، آواز کا زیر وبم اور رفتار موزوں ہو۔اندازِ قرأت (جسمانی حرکات وسکنات)پُر کشش ہو، جو اُردو جیسی شیریں اور مہذب زبان کا تقاضا ہے۔اوقاف ، آواز کی بلندی اور تاکید کا خیال رکھے۔

مثالی قرأت، تلفظ ولہجہ کی درستی مفہوم کی تفہیم کے لیے بھی ضروری ہے۔تدریسِ شعر تو مثالی قرأت کے بغیر ناممکن ہے۔

قرأتِ متعلّم :

طلبہ کی قرأت کے لیے بہتر یہ ہے کہ پہلے لائق طلبہ سے قرأت کرائی جائے تاکہ کمزور طلبہ دوبارہ سن کر اپنی غلطیوں کی اصلاح کرسکیں۔اِس کے بعد کمزور طلبہ سے قرأت کرائی جائے۔کوشش کی جائے کہ سب طلبہ کو موقع ملے تاکہ اُن کی جھجک دور ہو۔وقت کی کمی کے باعث جو طلبہ ایک دن رہ جائیں،اُنھیں دوسرے دن ضرورموقع دیاجائے۔متعلّم کی قرأت کے بعد تلفظ کی اصلاح کا مرحلہ شروع ہوتا ہے۔دورانِ قرأت طلبہ کو بار بار ٹوکنا مناسب نہیں۔بہتر یہ ہے کہ غلطیوں کو تختۂ تحریر پر لکھاجائے اور طلبہ کی مدد سے درستی کرائی جائے۔اگرسبقی اشارات میں اِن الفاظ کااندراج ہو تو

اُنھیں نشان زد کرنا چاہیے۔اگر ایک پیرا گراف یا چند سطریں بار بار طلبہ سے پڑھوائی جا رہی ہوں تو پہلے طالب علم کی خواندگی کے بعد غلطیوں کی درستی کرائی جائے تاکہ دوسرے طلبہ اِن غلطیوں کی تکرار نہ کریں۔آخر میں وقت کی مناسبت سے غلطیاں کرنے والے طلبہ سے اِن الفاظ کو دوبارہ پڑھوایا جائے۔پھر بھی غلطی ہو تو اِعراب لگا کر واضح کیا جائے۔بہتر یہ ہے کہ انفرادی طور پر درستی کرائی جائے۔

تفہیم واستحسان :

قرأت کے بعد اگلا درجہ تفہیم واستحسان کا ہے۔تفہیم سبق کی روح ہے۔تفہیمِ عبارت کا تقاضا ہے کہ طلبہ نہ صرف مشکل الفاظ کے معنی سے آگاہ ہوں بلکہ اِن کے محلِ استعمال پر بھی قادر ہوں۔

تفہیم سے مراد ہے طلبہ کا پڑھے ہوئے حصے کی زبان وبیان، طرز وادا، معلومات ،تاثرات، جذبات، افکار اور تصورات سے واقفیت حاصل کرنا اوراِس واقفیت کو جزوِ ذہن بنا لینا۔اِس سارے عمل کاانحصار معلم کی تشریحی صلاحیت پر ہے۔اگر وہ شاگردوں کی ذہنی سطح کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی علمیت اور فنی و پیشہ ورانہ صلاحیت کوبروئے کار لاکر نفسِ مضمون اُن کے دل ودماغ میں منتقل کرنے کے قابل ہوجاتا ہے، تو تدریس کا عمل بامقصد اور مفید قرار پائے گا۔اِس کے لیے ضروری ہے کہ اُستاد کو زیرِ تدریس سبق کے زبان وبیان اور مفہوم ومطلب پر عبور ہو۔ الفاظ کے لغوی، مرادی اور اصطلاحی معانی ،تراکیب، روزمرہ، محاورات کی تشریح، تلمیحات کا پس منظر، مترادف ، متضاد اور متلازم الفاظ اور قواعد سے تفہیم میں مدد لی جاسکتی ہے۔ زبانی وضاحت کے ساتھ مختلف تدریسی معاونات مثلاً تختۂ تحریر، چارٹ ،تصاویر، ماڈل، خاکے اور مختلف تدریسی سرگرمیوں اور تکنیکوں کے ذریعے نفسِ مضمون کو سمجھائے۔

استحسان ایک تاثر اور کیفیت کانام ہے۔اس کا مقصود یہ ہے کہ طلبہ قرأت کے حسنِ معانی کے ابلاغ، تراکیب کے حسن، تمثیلات وتلمیحات کی خوبیوں اور روزمرہ اور محاورے کی چاشنی سے لطف اندوز ہوں اور حظ اٹھاسکیں اور زیرِ مطالعہ عبارت کی معنوی خوبیوں سے اِس طرح آگاہ ہوں کہ اُنھیں بیان کر سکیں۔

معلم کا فرض ہے کہ وہ طلبہ میں استحسانی شعور پیدا کرنے کے لیے مصنف کے اسلوبِ بیان،اُس کے انتخابِ الفاظ ،مرکبات ومحاورات کی لفظی ومعنوی خوبیوں، تشبیہات واستعارات کا بر محل استعمال ،ترتیبِ خیالات اور کلام کی تاثیر کی طرف توجہ دلائے۔

اخذِ معانی :

تدریس زبان کا ایک اہم مقصد ذخیرۂ الفاظ میں اضافہ کرنا ہے۔بعض افراد کے پاس ذخیرۂ الفاظ کی فراوانی ہوتی ہے لیکن وہ حسبِ حال اِن کے استعمال پر قدرت نہیں رکھتے۔اِس لیے صرف الفاظ کے معانی بتادینا کافی نہیں بلکہ جملوں کے ذریعے ان کے استعمال کا فرق بھی واضح کرنا ضروری ہے۔

الفاظ کے معانی تین قسم کے ہوتے ہیں :

ا۔لغوی یا حقیقی معنی:(Lexical Meanings)کسی لفظ کے اصلی معنی جو لغت میں درج ہوں۔

ب۔اصطلاحی معنی:(Terms) جب کوئی علمی یا فنی گروہ کسی لفظ کے عام معنوں کے علاوہ کوئی خاص مفہوم مقرر کردے تو اِسے اصطلاحی معنی کہتے ہیں۔مثلاً قیام کا لغوی معنی ٹھہرنا ہے لیکن نماز کی اصطلاح میں قیام سے مراد دورانِ نماز خاص انداز سے کھڑا ہونا ہے۔

ج۔مجازی یا مرادی معنی :(Contexual Meanings) یعنی محلِ وقوع اور سیاق وسباق کے لحاظ سے۔ مثلاً صنم کے معنی بت ہیں۔لیکن غزل میں اِس سے مراد محبوب ہوگا۔

بقول پروفیسر نسرین زہرا:

معانی کی راہ میں حائل مشکلات بالعموم مندرجہ ذیل وجوہ کی بنا پر ہوتی ہیں۔

ا۔خیال کی پیچیدگی، فکر کی گہرائی اور طریق استدلال کی قدرت۔۲۔الفاظ کی ثقالت، غربت اور گنجلک ہونا۔ ۳۔اسلوبِ بیان کی پیچیدگی۔۴۔تلمیحات کے پس منظر سے عدم واقفیت۔۵۔محاورات سے ناآشنائی۔ ۶ ایسے طلبہ جن کی خاندانی زبان علاقائی زبانوں میں سے ایک ہو۔اُنھیں بعض اوقات روزمرہ کے سمجھنے میں بھی دِقت ہوتی ہے۔[۱]

معنی بتانے کے کئی طریقے ہیں۔مثلاً لغوی مفہوم بتانا، مترادف یا متضاد بتانا، قواعد کی رو سے وضاحت کرنا، تشریح کرنا۔جملوں میں استعمال کے ذریعے مثالیں دینا،سابقے، لاحقے، تراکیب، محاورات، تلمیحات کی تشریح کرنا وغیرہ۔معنوں کی بازیافت میں طلبہ کی شرکت ضروری ہے۔

معنی کی کئی جہتیں ہیں۔مثلاً ایک لفظ مختلف مقامات پر مختلف معنی دیتا ہے۔مثلاً اُردو میں مور ایک خوبصورت پرندہ ہے۔جبکہ فارسی میں اس کے معنی چیونٹی کے ہیں۔اِسی طرح چالاک کا لفظ گھوڑے کے لیے استعمال کریں گے تو وہ اس کی خوبی شمار ہوگی لیکن جب انسان کے لیے استعمال کریں گے تو خامی تصور ہوگی۔ اِس لیے ضروری ہے کہ لفظوں کے معنی بتانے کے ساتھ الفاظ کا محلِ استعمال بھی بتایاجائے۔مثال کے طورپر :

چشم، گوش،گل،شکم،دندان کے صرف مترادف الفاظ علی الترتیب: آنکھ، کان، پھول، پیٹ اور دانت بتادیے جائیں تو یہ بات لغت اور فرہنگ کے لحاظ سے درست ہوگی۔لیکن جب تک مختلف عبارتوں یا جملوں کے ذریعے اِن کا استعمال ذہن نشین نہ کرایاجائے،یہ الفاظ روزمرہ کی تحریر وتقریر میں مضحکہ خیز صورت اختیار کریں گے۔[۲]

مثلاً میری چشم خراب ہے یا میرے شکم میں درد ہے، قواعد کی رو سے درست ہیں لیکن مفہوم کے لحاظ سے مضحکہ خیز صورت اختیار کرلیتے ہیں۔اِن مثالوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ محض مترادف یا معنی بتادینے سے الفاظ کی تفہیم کا مسئلہ حل نہیں ہوتا۔

کسی بھی زبان کے کوئی بھی دو لفظ مکمل طورپر ہم معنی نہیں ہوتے۔بلکہ اُن کے معنی ومفہوم میں لطیف اور نازک سا فرق ہوتا ہے۔جس کو سمجھے بغیر اِن کا درست استعمال ممکن نہیں۔جب ہم ایک لفظ کا مترادف درج کرتے ہیں تواس

سے مراد یہ نہیں ہوتی کہ دونوں لفظ ہر پہلو سے ایک مفہوم کے حامل ہیں بلکہ دوسرا لفظ پہلے سے قریب ترین ہے۔مثلاً آب کے معنی پانی بھی ہے اور چمک بھی۔ایک لفظ محاورات میں بھی الگ الگ مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔مثلاً آب و دانہ اٹھنا اور آب وتاب، دو الگ مفہوم کے محاورے ہیں۔صاحب کیفیہ چار مترادف الفاظ اُنس، الفت، محبت اور عشق کے محلِ استعمال کی مثالیں دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

۱۔نئے استاد کو اپنے شاگردوں سے جلدی اُنس ہوگیا۔

۲۔بھائیوں میں ابھی تک تو الفت ہے۔

۳۔ماں کی محبت کا جواب نہیں ہو سکتا۔

۴۔اسے اپنی بیوی سے عشق ہے۔

اِن چار لفظوں کی جگہ ایک دوسرے سے نہیں بدلی جاسکتی۔ہر لفظ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اپنی اسی جگہ کے لیے وضع کیا گیا ہے۔[۳]

اگر دیے ہوئے الفاظ میں ردوبدل کیاجائے تو معنی اور فصاحت دونوں پر اثر پڑے گا۔ڈاکٹر فرمان فتح پوری تدریسِ اُردو میں لکھتے ہیں :

ابتدائی اور ثانوی مدرسوں کے بچوں کو زبان کی تدریس کے دوران جس قسم کے الفاظ کے معانی بتانے کی ضرورت ہوتی ہے وہ عموماً مندرجہ ذیل گروہوں سے تعلق رکھتے ہیں :

۱۔مفرد الفاظ، مثلاً ابر، بخت، کثرت، قوم اور قائد وغیرہ۔

۲۔مرکب الفاظ، مثلاً اقبال مند، کند ذہن، بے باک، گل فروش وغیرہ۔

۳۔محاورات، مثلاً آنکھ ملانا، آنکھ چرانا، آنکھ دکھانا، آنکھیں چار کرنا وغیرہ۔

۴۔روزمرہ، مثلاً آئے دن، روز روز، بلاناغہ، ناحق اور بے وقوف وغیرہ۔

۵۔ضرب الامثال، مثلاً ناچ نہ جانے آنگن ٹیڑھا، گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے اور دھوبی کا کتاگھر کا نہ گھاٹ کا وغیرہ۔

۶۔تلمیحات ،مثلاً یدِ بیضا، چراغ طور، نارِ نمرود وغیرہ۔[۴]

موصوف نے مذکورہ تصنیف میں الفاظ ومرکبات کے معانی کی تفہیم کے مختلف پہلوئوں اور ترکیبوں پر تفصیل سے بحث کی ہے۔جو ایک معلم کے لیے خاصے کی چیز ہے۔

نچلے درجوں میں مناسب توضیحات اور تصاویر کااستعمال معانی کی تفہیم میں زیادہ مددگار ثابت ہوتا ہے۔

سلیس اُردو بھی تدریسِ نثر کی ایک اہم سرگرمی ہے۔اِس سے مراد یہ ہے کہ مشکل الفاظ کے مترادفات کے ذریعے عبارت کو عام فہم زبان میں اِس طرح ڈھالا جائے کہ اُس کے حجم اور مفہوم میں کوئی تبدیلی نہ آئے۔اِس سے اگلا درجہ عبارت کی تشریح وتوضیح ہے۔

اعادہ :

اہم نکات کااعادہ بہت اہمیت کاحامل ہے۔یہ بھی سبق کاایک ضروری اور اہم حصہ ہے۔اِس سے طلبہ کو تمام پڑھا ہوا سبق ایک تسلسل کے ساتھ دہرانے کا موقع ملتا ہے۔چونکہ اِس منزل پر طلبہ بہت کچھ سیکھ چکے ہوتے ہیں اور اِن تک معلومات پہنچ چکی ہوتی ہیں۔اِس لیے وہ اعادے کی منزل پر بہتر طورپر شریکِ کار ثابت ہوتے ہیں اوراِنھیں اپنی کمزوریوں کو دور کرنے کا موقع ملتا ہے۔بالخصوص چھوٹی جماعتوں میں تو اعادہ بہت ضروری ہے۔اعادہ اِس انداز کا ہو کہ طلبہ سبق کے پیغام کو سمجھ جائیں۔اعادہ میں وقت کے مطابق طلبہ سے دوبارہ قرأت کرائی جاسکتی ہے۔سبق کا خلاصہ بیان کیاجاسکتا ہے، تنقیدی سوالات ہوسکتے ہیں اور نئی لسانی عادات یعنی الفاظ ومحاورات کی مشق بھی ہوسکتی ہے۔

جائزہ :

اپنے سبق کی کامیابی کااندازہ لگانے کے لیے جائزہ بہت ضروری ہے۔جائزے سے ہی مقاصد اور منزل کے حصول کا علم ہوتا ہے۔جائزے کا طریقہ بھی مناسب اور نتیجہ خیز ہو۔ایسے پیمانے استعمال کیے جائیں جو مستقبل کی منصوبہ بندی کے لیے مفید ثابت ہوں۔

سبقی خاکے کے آخر میں جائزے کاحصہ ہوناچاہیے اور اُستاد کو دیانتداری سے اندراج کرناچاہیے کہ کون سی سرگرمی زیادہ بہتر رہی اور کون سی کمزور؟طلبہ نے کتنا سیکھااور مستقبل میں کن پہلوئوں پر زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔اگر سبق میں کمی رہ گئی ہو تو اِسے اگلے دن دوبارہ پڑھاناچاہیے۔براہِ راست پیمائش کی جائے کہ کون سا تدریسی مقصد پورا ہوا ہے اور کس حد تک؟بچوں کی کارکردگی کو جانچنے کے لیے متنوع اقسام کے طریقے ، تکنیکیں اور سرگرمیاں ترتیب دی جاسکتی ہیں۔معلم ایسا ماحول اور مواقع پیدا کرے کہ طلبہ خود اپنی کارکردگی کو جانچیں۔

جائزہ اور مقاصد کا گہرا تعلق ہے۔جائزے ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ حاصلاتِ تعلّم میں کہاں تک کامیابی ہوئی ہے۔اس لیے جائزہ لیتے وقت مقاصد کو سامنے رکھاجائے۔

آخر میں ضروری ہے کہ خود اُستاداپنی تدریس کا تنقیدی جائزہ لے کہ سبق میں کون سی خامیاں رہ گئیں مثلاً وقت کااستعمال، سوال کی تکنیک، سمعی وبصری معاونات، طریقۂ تدریس کی موزونیت وغیرہ ،تاکہ اِس بنیاد پر وہ آئندہ کے لیے اپنی تدریس کو بہتر بنائے۔طلبہ سے بھی رائے لی جاسکتی ہے۔اُستاد طلبہ سے کہہ سکتا ہے کہ وہ سبق کے بارے اپنے خیالات کااظہار کریں اور اس کا تجزیہ کریں۔کون سی سرگرمیاں بہتر تھیں؟ کیاسرگرمیوں کے لیے دیاگیاوقت مناسب تھا؟کیا طلبہ نے سرگرمی سے سبق میں حصہ لیا؟کیا کہیں غیر متوقع نتائج برآمد ہوئے ؟آج کے سبق کو کیسے زیادہ موثر بنایاجاسکتاہے؟اگلے سبق کے دوران طلبہ کی تجاویز کو سامنے رکھاجائے۔اُستاد اور طلبہ دونوں کوتدریسی عمل کا تجزیہ کرناچاہیے کہ سبق کس حد تک کامیاب رہا ہے اور مستقبل کا لائحہ عمل کیا ہونا چاہیے؟

اگر ویڈیو ریکارڈنگ کر لی جائے تو یہ خود تشخیصی جائزہ میں بہت معاون ثابت ہوتی ہے۔اور سبق کے تمام اقدامات پر تنقیدی طور پر غور کیا جاسکتا ہے۔اپنی تدریس کا مسلسل تنقیدی جائزہ بہت اچھے نتائج دیتا ہے۔ ماہرین نے سبق کے معیار کو جانچنے کے لیے پیمانے اور پڑتال فہرستیں(Check Lists)مرتب کی ہیں۔مثال کے طور پر ڈاکٹر تپان کمار ساہو نے سبق کا مشاہداتی جائزہ نامہ تیار کیا ہے۔جس کی بنیاد پر اُستاد کے سبق کی منصوبہ بندی و پیش کش کو جانچا جاسکتاہے۔[۵] اِسی طرح ڈاکٹر سلیم فارانی نے سبق کو جانچنے کے جائزہ نامے دیے ہیں۔جو نگران کے ساتھ معلم کے لیے بھی رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔[۶]

تفویضِ کار :

سبق کی منصوبہ بندی میں آخری مرحلہ تفویضِ کار یعنی گھر کا کام ہے۔یہ سبق کی نوعیت کے مطابق زبانی اور تحریری دونوں صورتوں میں ہوسکتا ہے۔مثلاً معانی،ضرب الامثال اور نظم کا یاد کرنا، جملوں کا استعمال، آموختہ کی سلیس اُردو، تشریح، خلاصہ ، تلخیص ، مضمون وغیرہ۔تفویضِ کار باقاعدگی سے دیا جائے تاکہ طلبہ اِس کے عادی ہو جائیں۔مقدار مناسب ہو ،نہ بہت کم نہ زیادہ۔طلبہ کی دلچسپی اور ذہنی سطح کے مطابق ہو اور اِس کی باقاعدگی سے پڑتال اور اصلاح کی جائے۔

ادبی اصناف کی تدریس :

وسطانی سطح تک زبان اور لسانی مہارتوں پر ہی توجہ موقوف ہوتی ہے۔چونکہ ماہرین زبان و تعلیم کے نزدیک ادب کی تعلیم کے لیے موزوں ترین درجہ ثانوی اور اعلیٰ ثانوی سطح ہے۔اس لیے ان درجات میں زبان کے ساتھ ادب کا پیوند لگایا جاتا ہے اور منتخب ادب پارے شاملِ درسیات کیے جاتے ہیں۔

زبان کی تدریس میں ادب کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔اخلاق و کردار کی تشکیل، ذوقِ سلیم کی پرورش و تہذیب، انسان کی جذباتی اور حسیاتی پہلو کی تسکین، تہذیبی ورثے کی شناخت، تخلیقی و تخیلاتی قوت کی نشوونما اور اعلیٰ لسانی مہارت کے لیے ادب کی تعلیم ضروری ہے۔

زبان کی تدریس کا بڑا مقصد صحت وصفائی اور شستگی و شائستگی کے ساتھ تقریر وتحریر پر قدرت حاصل کرنا ہے۔ ادب میں قواعدِ زبان کی پابندی ہوتی ہے اور روزمرہ، محاورات اور ضرب الامثال کا برجستہ اور بر محل استعمال ہوتا ہے۔ ادب ہی سے کسی زبان کے بہترین استعمال اوراس کے امکانات کااظہار ہوتا ہے۔ادب کے شاندار نمونوں سے جس طرح ذوقِ مطالعہ پروان چڑھتا ہے اور استحسان کی ترتیب ہوتی ہے،کسی اور وسیلے سے ممکن نہیں۔ثانوی واعلیٰ ثانوی درجے میںمعروف اصنافِ ادب کی تدریس شامل ہے۔

ناول کی تدریس :

ثانوی اور اعلیٰ ثانوی سطح پر معروف معاشرتی اور اصلاحی ناولوں کے اقتباسات شاملِ درسیات ہیں۔ناول اطالوی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی نئی یا انوکھی چیز کے ہیں۔ادبی اصطلاح میں اس سے مراد وہ نثری کہانی ہے جو بظاہر فرضی ہو مگر اس میں زندگی کی حقیقتوں کی ترجمانی کی گئی ہو۔ڈاکٹر محمد صدیق خان شبلی کے مطابق :

ناول کے کسی اقتباس کی تدریس کی صورت میں تدریس کے مقاصد حسب ذیل ہوتے ہیں :

(۱)۔طلبہ کے ذہن میں ناول کا تصور واضح ہو جائے۔

(۲)۔طلبہ ناول نگار، اس کی تصانیف اور اسلوب سے روشناس ہو جائیں۔

(۳)۔سبق کی عبارت کو اچھی طرح سمجھ جائیں۔

(۴)۔اس کے ادبی نکات ذہن نشین کرلیں اورانھیں تحریر کر سکیں۔

(۵)۔ناول کے اسلوب تحریر سے فائدہ اٹھا سکیں۔

(۶)۔اس کے مطالعے سے ان قدروں کا بہتر شعور حاصل کریں جن پر ناول نگار نے زور دیا ہے۔[۷]

معلم سب سے پہلے ناول کا تعارف کرائے اور بعدازاں اس کے اجزائے ترکیبی اور فنی پہلوؤں کی وضاحت کرے تاکہ طلبہ ناول کے فنی محاسن سے آگاہی حاصل کر سکیں۔ناول کی تدریس کے دوران، ناول کے فکری اور فنی پہلوؤں کا تجزیہ کیا جائے اور ہر پہلو پر اس کی اہمیت کی مناسبت سے زور دیا جائے۔ایک ناول کے موضوع اور مقصد کو بھی زیر بحث لانا ضروری ہے۔

ڈاکٹر سہیل احمد خان کے نقطۂ نظر سے ناول کی تدریس کے تین درجے ہیں۔پہلا مصنف جس کی حیثیت قصہ گو کی ہے۔یہاں کہانی اوراس کی تکنیک کو دیکھیں گے۔دوسری سطح پر ناول نگار ایک معلم ہوتا ہے۔جس کا اپنا فلسفۂ کائنات، تہذیبی وسماجی شعور اور فکری پس منظر ہوتا ہے اور تیسرا وہ جادوگر ہوتا ہے کہ اشیا اور واقعات کو اس انداز میں بیان کرتا ہے کہ قاری ان کے سحر میں کھو جاتا ہے۔[۸]

تدریسِ ناول کا مقصد اس کی فنی تکنیک اور اسلوب سے شناسائی حاصل کرنا ہے۔اس لیے معلم ناول کے اجزائے ترکیبی ،پلاٹ، کہانی، کردار، مکالمہ، منظر نگاری، مرکزی خیال،ناول نگار کا فلسفۂ حیات، تجسسِ واقعات، جزئیات نگاری ، ربط وتسلسل اور اسلوبِ بیان کو زیرِ بحث لائے تاکہ طلبہ حقیقی معنوں میں ناول کی تفہیم واستحسان حاصل کر سکیں۔

افسانہ کی تدریس :

افسانہ کے لیے انگریزی میں Short Story کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔اصطلاحی معنوں میں اس سے مراد ایسی مختصر نثری کہانی ہے جسے ایک نشست میں پڑھا جا سکے۔اس میں زندگی کے ایک پہلو ،ایک واقعہ یا کردار کا ذکر ہوتا ہے۔

افسانے کے بھی تقریباً وہی عناصر ترکیبی ہیں جو ناول کے ہوتے ہیں۔مثلاً پلاٹ، کہانی، کردار، مکالمہ، وحدت تاثر، منظر کشی، مقصدیت، دلچسپی کا عنصر و تجسس وغیرہ۔ڈاکٹر سلیم فارانی نے تدریسِ افسانہ کے اقدامات کو یوں بیان کیا ہے :

تمہید: ا۔ دلآویز آغاز
ب۔ مصنف کا تعارف
ج۔ قصے کا پلاٹ

اعلانِ مدعا :

ا۔ افسانے کا عنوان اور حوالۂ کتاب
ب۔ افسانے کے متعلق شوق افروز جملے

اقدام: ا۔ عبارت خوانی: ا۔ مدرس کی عبارت خوانی
۲۔ طلبہ کی عبارت خوانی
ب۔ تفہیم عبارت: ا۔ غریب الفاظ کے معنی
۲۔ مشکل جملوں کی وضاحت
۳۔ تلمیحات کی تشریح
۴۔ واقعاتِ افسانہ پر سوالات
۵۔ تفصیل و تلخیص افسانہ
ج۔ تصریح پس منظر ا۔ مصنف کا رجحان
۲۔ محل افسانہ
۳۔ ماخذِ افسانہ
۴۔ نوعیتِ افسانہ
۵۔ مقاصدِ افسانہ
د۔ توضیح ساخت : ا۔ پلاٹ کا طرز
۲۔ ابتدا کی کیفیت
۳۔ وسط کی کیفیت
۴۔ خاتمے کی کیفیت
ہ۔ استحسان: ا۔ عنوان کی موزونیت
۲۔ پلاٹ کی خوبیاں
۳۔ اسلوبِ بیان
۴۔ افسانے کا سبق

۵۔اثر

۶۔مصنف کی کامیابی

۷۔کرداروں کی سیرت و موزونیت

اعادہ:　　ا۔قصہ گوئی

ب۔تنقیدی سوالات [(۹)]

پروفیسر احمد جاوید کے مطابق:

افسانے میں وحدت تاثر اور مرکزیت کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔۔افسانہ چونکہ ایک ہی نشست میں پڑھی جانے والی تحریر ہے اوراس کا زندگی کے کسی ایک ہی پہلو سے تعلق ہوتا ہے لہٰذا اس میں اس عنصر کی موجودگی بنیادی شرط ہے۔اسی لیے افسانے کی تدریس کے وقت استاد کے لیے ضروری ہوجاتا ہے کہ وہ وحدتِ تاثر کو طالب علموں پر پورے طور سے واضح کرے۔۔۔افسانے میں کسی وقوع یا خیال کی مختلف کڑیوں کا کسی ایک مرکز کے ساتھ جڑنااور کوئی ایک تاثر پیدا کرنا ہی وحدت کہلاتا ہے۔[(۱۰)]

افسانے کی تدریس میں فکری پہلو کے ساتھ اِس کے فنی حسن یعنی موضوع، پلاٹ، کردار نگاری، مکالمہ، منظر کشی ،کہانی، وحدتِ تاثر جیسے نکات کی وضاحت بھی ضروری ہے۔یہاں یہ نکتہ سامنے رہے کہ افسانے کی بنیاد کسی مشاہدے، تجربے، واقعہ یا قصے پر رکھی جاتی ہے۔اس لیے زندگی کے مظاہر کے ساتھ اس کا گہرا رشتہ ہے۔بلکہ ادب کا فریضہ ہی زندگی کی تنقید ہے۔دورانِ تدریس روزمرہ زندگی کے ساتھ اس کا ربط استوار کیاجائے۔

ڈرامہ کی تدریس:

ڈرامہ یونانی زبان کے لفظ ڈرائو سے مشتق ہے۔جس کے معنی کرکے دکھانا ،حرکت یا عمل ہے۔اُردو انسائیکلوپیڈیا کے مطابق: "نظم یا نثر کا وہ شہ پارہ جو انسانی زندگی کے کسی پہلو کی عکاسی کرے اور کسی سٹیج پر حرکات وسکنات کے ساتھ مکالموں کی صورت میں ادا کیاجائے"۱۱ ڈراما کہلاتا ہے۔

ڈرامہ پلاٹ کے لحاظ سے تو افسانہ و ناول سے مشابہ ہے۔مگر ڈرامے کے مکالموں کے کردار زیادہ جاندار اور عملی ہوتے ہیں اور یہی چیز اِس کے پڑھانے کے انداز کو دوسری اصنافِ ادب سے ممتاز کرتی ہے۔ڈرامہ محض عبارت خوانی کی چیز نہیں۔اس میں ایک تو بلند خوانی ہوگی۔اس لیے کہ ڈرامہ لکھا ہی اِسی لیے جاتا ہے کہ اِسے باآواز بلند پڑھاجائے۔اور دوسرا تدریس میں ایسے اقدام کرنے ہوں گے کہ کردار چلتے پھرتے نظر آئیں۔اِس لیے تدریسِ ناول وافسانہ کے دیگر اقدامات کے ساتھ اِس میں عملی پہلو انتہائی اہم ہے۔

ڈرامہ چونکہ ایک اداکاری اور سٹیج کی صنف ہے۔اِس لیے جہاں تک ممکن ہو، کمرۂ جماعت میں تمثیلی فضا پیدا کرکے ڈرامہ بچوں سے پڑھوایاجائے اوراِس کی اداکاری کرائی جائے تاکہ طلبہ پر ڈرامے کا مدعا واضح ہواور وہ مقصد حاصل

ہو جس کے لیے ڈرامہ نگار نے ڈرامہ تصنیف کیا ہے۔ تدریسِ ڈرامہ تقریری انشا کا بھی ایک موثر ہتھیار ہے۔ اس لیے مدرس ڈرامہ کاری کے تمام لوازمات مثلاً آواز کا اُتار چڑھاؤ، لہجے کی تبدیلی، توقف، سکوت، توجہ، چہرے کے تاثرات اور جسمانی حرکات سے طلبہ کو آشنا کرے۔

سوانح عمری کی تدریس:

کبھی کسی سوانح عمری کا کچھ حصہ بھی شاملِ نصاب ہوتا ہے۔ سوانح عمری کی تدریس کا مقصد اصلاحِ کردار اور اخلاقی تربیت ہے۔ سوانح عمری کے مطالعے سے ایک عظیم شخصیت کے درونِ ذات جھانکنے اور تحلیلِ نفسی کا موقع ملتا ہے۔ الطاف فاطمہ نے حیاتِ سعدی میں حالی کے نظریۂ فن پر بحث کرتے ہوئے جو نتائج اخذ کیے وہ اِس فن کے مقاصدِ اولی کو سمجھنے میں بہت معاون ثابت ہوتے ہیں۔

۱۔ سوانح عمری تازیانۂ عبرت ہے۔

۲۔ اِس سے سوئی ہوئی پسماندہ قوموں کی رگِ حمیت بیدار ہوتی ہے۔

۳۔ اس سے نیکی کی تحریک ہوتی ہے۔

۴۔ اچھائی برائی میں تمیز ہوتی ہے۔

۵۔ اس کا مطالعہ بڑے بڑے کام کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔[۱۲]

اس لیے معلم کو دورانِ تدریس اِن مقاصد کو ہر لمحہ پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔

بعض اوقات کسی معروف شخصیت کا خاکہ شاملِ کتاب ہوتا ہے۔ اس کے بھی وہی مقاصد ہیں، جو سوانح عمری کے ہیں۔

سفر نامہ کی تدریس:

سفر نامہ اگرچہ دیگر اصنافِ ادب مثلاً ناول، افسانہ اور ڈرامہ کے مقابلے میں کم معروف صنفِ ادب ہے تاہم اِس کی اہمیت کے پیشِ نظر اِسے شاملِ درسیات کیاجاتا ہے۔ سفر نامہ کسی ادیب یا تخلیق کار کے تجربات ومشاہدات کا بیان ہے۔ ڈاکٹر انور سدید کے مطابق: ”فنی طور پر سفر نامہ وہ بیانیہ ہے جو ایک سیاح دورانِ سفر یا اختتامِ سفر پر اپنے مشاہدات، کیفیات اور اکثر اوقات قلبی واردات سے مرتب کرتا ہے۔“[۱۳] سفر نامہ میں روزنامچہ، خط، داستان، افسانہ اور رپورتاژ سب کا ذائقہ موجود ہوتا ہے۔

سفر نامہ دیگر اقوام و ممالک کی معاشرت، تہذیب اور طرزِ فکر سے آشنا کرتا ہے۔ سفر نامے کے مطالعہ سے طلبہ کے ادبی مزاج کو جلا ملنے کے ساتھ اُن کی قوتِ فکر مضبوط ہوتی ہے اور مشاہدہ میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔ اِس لیے سفر نامہ کی تدریس ایسے خطوط پر کی جائے جو طلبہ کی علمی، ادبی اور شخصی تربیت میں معاون ہو۔

تدریس کا انداز ایسا ہو کہ نہ صرف طلبہ میں اِس صنف کے مطالعہ کا شوق پیدا ہو بلکہ وہ خود اپنے سفر کے تجربات ومشاہدات تحریر کرسکیں۔ جو طلبہ کی تخلیقی صلاحیت کے اظہار اور تربیتِ انشا کے لیے ایک موثر آلہ ہے۔

مضمون کی تدریس :

مضمون کی تدریسی اہمیت کا اندازہ اِس بات سے لگایا جاتا ہے کہ یہ ہر درجے پر شاملِ نصاب ہے۔ مضمون ایسی صنف ہے جو ادبی بھی ہو سکتا ہے اور غیر ادبی بھی اور دونوں قسم کے مضامین شاملِ نصاب ہو سکتے ہیں۔ مضمون میں معلومات تو ہوتی ہی ہیں لیکن اِن معلومات کی پیش کش اور مصنف کا اسلوبِ بیاں مضمون کو ادبی و غیر ادبی بناتا ہے۔ مثلاً محمد حسین آزاد کے مضامین ادبی شاہکار ہیں۔ غیر ادبی مضامین میں سائنس، تاریخ، عمرانیات وغیرہ سب مضامین ہماری درسیات کا حصہ ہیں۔

تدریسِ مضمون کا بڑا مقصد زبان دانی اور معلومات کی فراہمی کے ساتھ انشائی تربیت بھی ہے۔ اِس لیے مضمون کے تجزیے میں درج ذیل نکات کی طرف طلبہ کو متوجہ کیا جائے۔

الف۔ مضمون نگار نے اظہارِ خیالات کے لیے جس موضوع کا انتخاب کیا ہے، کیا اس کے تمام بنیادی پہلوئوں کا مضمون میں احاطہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟

ب۔ کیا مضمون نگار پیراگراف کا مفہوم اور استعمال جانتا ہے یا نہیں؟ اگر ضرورت ہو تو نئے سرے سے پیرا بندی کی جائے۔

ج۔ حوالہ جات کس قدر صحیح ہیں اور مختلف اقوال اور محاورات کی صحت کیسی ہے؟

د۔ خیالات کس قدر باہم مربوط ہیں اور دلائل کس حد تک منطقی ہیں؟

ر۔ زبان اور خیال کی مشکلات پر مضمون نگار کس حد تک قابو پانے میں کامیاب ہوا ہے؟[۱۴]

خطوط نویسی کی تدریس :

خط انسانی جذبات واحساسات کے اظہار کا موثر ذریعہ ہے۔ اِسی بنا پر خطوط نویسی ہمیشہ انسان کی سماجی ضرورت رہی ہے۔ خطوط کی تین بڑی قسمیں ہیں: نجی، سرکاری اور کاروباری۔ خط کے تین بڑے حصے ہوتے ہیں: القاب وآداب، نفسِ مضمون اور خاتمہ۔ اِن میں خط کی نوعیت اور قسم کے لحاظ سے تھوڑی بہت ترمیم ہوتی رہتی ہے۔ یہاں ہمارے موضوع کا تعلق ادبی خطوط سے ہے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ لکھتے ہیں: ''خط نگاری خود ادب نہیں مگر جب اِس کو خاص ماحول، خاص مزاج، خاص استعداد، ایک خاص آہنگ، خاص گھڑی اور خاص ساعت میسر آجائے تو یہ ادب بن سکتی ہے۔''[۱۵]

مرزا غالب اور علامہ اقبال کے خطوط عموماً شاملِ نصاب ہوتے ہیں۔ خطوط کے مطالعہ سے طلبہ کو جذبات واحساسات کے اظہار کا سلیقہ آتا ہے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ کے مطابق ایک اچھے خط میں درج ذیل خصوصیات ہونا ضروری ہے :

۱۔ القاب وادب اور حفظِ مراتب کا لحاظ۔
۲۔ قطعیت
۳۔ خط مکتوب نگار کی شخصیت کا آئنہ دار ہو۔
۴۔ لطافت۔
۵۔ اختصار۔[۱۶]

چنانچہ خط کی تدریس کے دوران اِن خصائص کی بنیاد پر خط کا تجزیہ کیاجائے تاکہ طلبہ خود خط لکھتے وقت ان نکات کو ذہن میں رکھیں۔

حوالہ جات

۱۔ نسرین زہرا،پروفیسر، اُردو کا سبقی ڈیزائن، مشمولہ تدریسات اُردو، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آ باد، ۲۰۰۴ئ، ص۸۶

۲۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، تدریس اُردو، مقتدرہ قومی زبان ،پاکستان، ۲۰۰۳ئ، ص۱۹۵۔۱۹۶

۳۔ برج موہن دتاتریہ کیفی، کیفیہ، مکتبہ معین الادب، لاہور، ۱۹۵۰ئ، ص۹۶۔۹۷

۴۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر ،تدریسِ اُردو، ص۱۹۹

۵۔Tapan Kumar Sahu, Doctor, Scheme of lesson, A Pre-requisite to Vitalize Practice Teaching, at Shivamcollege academia [Online] edu/

۶۔ سلیم فارانی ،ڈاکٹر، اُردو زبان اور اُس کی تعلیم، ادارۂ مطبوعات فارانی، لاہور، ۲۰۰۰ئ، ص ۵۲۔۷۶۔۷۶

۷۔ محمد صدیق خان شبلی، ڈاکٹر ،ناول کی تدریس، تدریسِ ادب، جلد دوم، ایم فل اُردو، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ۱۹۹۳ئ، ص۴۱۔۴۲

۸۔ سہیل احمد خان، ڈاکٹر، ڈاکٹر صلاح الدین کے مقالے پر بحث، مشمولہ تدریسِ ادب[کل پاکستان تدریسِ ادب سمینار میں پڑھے گئے مقالات]، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد،۲۰۰۷ئ، ص۱۵۸۔۱۵۹

۹۔ سلیم فارانی، ڈاکٹر، اُردو زبان اور اس کی تعلیم، ص۵۶۶۔۶۶۷

۱۰۔ احمد جاوید ،تدریس افسانہ، مشمولہ تدریسِ ادب (کل پاکستان تدریس ادب سمینار میں پڑھے گئے مقالات)علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی ،اسلام آباد، ۲۰۰۷ئ، ص۹۴

۱۱۔ اُردو انسائیکلو پیڈیا، فیروز سنز، لاہور، ۱۹۸۴ء ،ص۴۹۲

۱۲۔ اعجاز راہی، ڈاکٹر، سوانح عمری کی تدریس، مشمولہ تدریسِ ادب، جلد دوم، ایم فل، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، ۱۹۹۳ئ، ص۲۰۰

۱۳۔ انور سدید، سفر نامہ، مشمولہ تخلیقی ادب ۲، عصری مطبوعات، کراچی، ۱۹۸۰ء ،ص۱۱۴

۱۴۔ نثار قریشی، ڈاکٹر، مضمون کی تدریس، مشمولہ تدریسِ ادب، جلد دوم ایم فل، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، ۱۹۹۳ئ، ص۲۳۳۔۲۳۴

۱۵۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر، اُردو خط نگاری، مشمولہ سہ ماہی نقوش ۔(مکاتیب نمبر) ،ادارہ فروغ اردوانار کلی ،لاہور،۱۹۵۷ء ص۱۸

۱۶۔ ایضاً، ص ۱۴۔۳۸